مولانا عبدالستیر الحماد   تحقیق و تنقید

حقیقتِ حیاتِ خضرؑ

حضرت خضرؑ اور مقامِ نبوت :

حضرت خضر علیہ السّلام کے متعلق قرآنی تصریحات کے باوجود خیال پرست مسلمانوں نے مختلف نظریات قائم کر رکھے ہیں۔ اور اُن کی شخصیت کو ایک معمہ اور عقدہ لاینحل بنا کر رکھ دیا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ مسند نبوت پر فائز نہیں۔ بلکہ صرف اللہ کے ولی ہیں۔ اور اس عالم رنگ و بو میں ابھی تک بقید حیات اور بھٹکے ہوئے انسانوں کی راہنمائی کے لیے جلوہ افروز ہوتے رہتے ہیں نیز انھیں خدائی رزق ملتا ہے۔ دراصل یہ لوگ خضر علیہ السّلام کے متعلق اس قسم کے نظریات کے ذریعہ اپنے باطل عقائد کی اشاعت و ترویج کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ولی اللہ نبی سے افضل اور فہم و بصیرت کے لحاظ سے اس سے کہیں آگے ہے۔ دلیل کے طور پر موسیٰ علیہ السّلام کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السّلام نبی ہونے کے باوجود حضرت خضر علیہ السّلام سے چند باتیں سیکھنے کے لیے تشریف لے گئے۔ اور عملی طور پر اُن کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے جیسا کہ سورۃ کہف میں اس کا تفصیلی تذکرہ ملتا ہے۔ اسی فکر کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک شاعر کہتا ہے ؎

مقام نبوّۃ فی برزخ   فویق الرسول و دون الولی

مقام نبوت برزخ کی طرح ایک درمیانہ مرتبہ ہے۔ جو رسالت سے تھوڑا سا اوپر اور ولایت سے نیچے ہے۔ یعنی مقام ولایت نبوت اور رسالت سے اونچا ہے۔ مصنف عقیدہ طحاویہ فرماتے ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ ہم کسی ولی کو کسی نبی سے افضل نہیں سمجھتے۔ اور تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے افضل اور اعلیٰ ہیں[1]

[1] ص ۴۹۲

اسی صوفیانہ باطل عقیدہ کی بناء پر ایک متصوف ابو یزید نے کہا ہے کہ ہم ایک ایسے سمندر میں غوطے لگا رہے ہیں کہ انبیاء کو اس میں داخل ہونے کی ہمت نہیں۔

بعض نے یہاں تک کہہ دیا کہ کشف و کرامات اور علم لدنی کی موجودگی میں علم شریعت کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلاشبہ اس قسم کے عقائد و نظریات کی بنیاد شیطانی خیالات ہیں۔ چنانچہ مشہور صوفی شبلی نے لکھا ہے کہ لوگ جب مجھ سے کاغذ پر لکھے ہوئے علم شریعت کا مطالبہ کریں گے۔ تو میں ان کے سامنے اپنا گودڑی والا علم یعنی علم لدنی پیش کر دوں گا۔

مصنف شرح عقیدہ طحاویہ فرماتے ہیں کہ جو شخص موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے واقعہ کو حجت بنا کر علم لدنی کے ذریعہ علم شریعت کی عدم ضرورت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ گمراہ، بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی ایک کو دوسرے کی پیروی کرنے کا کہا گیا ہے۔ اسی لئے حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا تھا۔ کہ کیا تو وہ موسیٰ علیہ السلام ہے۔ جو بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے، ان کے برعکس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ بھی شریعتِ محمدیؐ ہی کو نافذ کریں گے۔ بنا بریں جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہی حیثیت ہے جو حضرت خضرؑ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ۔ یا امت کے کسی فرد کو یہ اتھارٹی دیتا ہے۔ اُسے چاہیے کہ کلمہ شہادت دوبارہ ادا کرے۔ کیونکہ وُہ اس قسم کے کلمہ کفر سے اپنے اسلام کو خیرباد کہہ بیٹھا ہے۔ ایسا آدمی شیطان کا دوست اور اُس کا قریبی ہے۔ چہ جائیکہ ہم اُسے ولی اللہ قرار دیں۔ یہ وہی چوراہا ہے جہاں سے اہل حق اور اہل باطل الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ اس طرح وُہ لوگ بھی شیطان کے دوست ہیں جو دنیا میں بعض شخصیتوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے گرد بیت اللہ طواف کرنے کے لیے آتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالك پیغمبر علیہ السلام جب مقام حدیبیہ پر محصور ہو گئے ان کے لیے تو بیت اللہ نہ آیا۔ حالانکہ آپ نبی برحق اور اللہ کے برگزیدہ تھے اور بیت اللہ کو دیکھنے کی زبردست خواہش بھی رکھتے تھے۔ کیا اس قسم کا باطل عقیدہ رکھنے والے لوگ پیغمبر خدا سے بڑھ کر ہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ اس قسم کے عقائد کی بناء پر ان لوگوں سے مشابہت کرنا چاہتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ بل یرید کل امرء منھم ان یؤتٰی صحفا منشرۃ۔ بلکہ ان میں سے ہر انسان کا یہی ارادہ ہے کہ انھیں بھی کھلے کھلے

صحیفے ملنے چاہئیں۔

قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السّلام کے قصّہ پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عظیم شخصیت مسند نبوت پر فائز تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے انھیں شرف رسالت سے نوازا تھا۔ جیسا کہ درج ذیل دلائل سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ قرآن کریم میں ہے کہ ہم نے اُسے اپنی طرف سے رحمت سے نوازا۔ حضرت مقاتل "رحمت" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ اس سے مراد نبوّت ہے۔ و اٰتیناہ رحمۃ من عندنا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ حضرت خضر علیہ السّلام کے متعلق فرماتے ہیں،
ہم نے انھیں اپنی طرف سے علم سکھایا۔ حضرت ابن عباس رضؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں اپنے علمِ غیب سے وافر حصّہ دیا تھا۔
ابن کثیر رحؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس آیت سے اُس شخص کی تائید ہوتی ہے جو حضرت خضر علیہ السّلام کی نبوت کا قائل ہے۔

۳۔ قرآن کریم میں حضرت خضر علیہ السّلام کا فرمان یوں نقل کیا گیا ہے۔ (وما فعلتہ عن امری) کہ میں نے اپنی فہم و فراست یا رائے سے کوئی کام نہیں کیا۔ مفسر امام طبری رحؒ اس کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ اسے موسیٰؑ جو کچھ میں نے کیا، وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السّلام بھی موسیٰ علیہ السّلام کی طرح وحی الٰہی کے پابند تھے۔

۴۔ سابقہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السّلام کو چند ایسی باتوں پر مطلع کیا گیا تھا۔ جو بظاہر ہماری آنکھوں سے اوجھل تھیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس قسم کی غائبانہ باتوں پر اپنے انبیاء ہی کو مطلع کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول"۔
اللہ تعالیٰ غیب دان ہے۔ اور اس طرح کے غیبی امور پر اپنے رسولوں کے علاوہ کسی اور کو مطلع نہیں کرتا۔

۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو معلوم تھا کہ حضرت خضر علیہ السّلام نے جو کچھ کیا ہے۔ وہ اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ اللہ کی طرف سے وحی کی بنا پر سرانجام دیا ہے

وگرنہ اس قسم کے بظاہر خلاف عادت کام دیکھ کر خاموش نہ رہتے۔ اس قسم کے اقدام سوائے انبیاءؑ کے کسی اور کو جائز نہیں۔ خواہ وہ ولایت کے آخری درجہ پر ہی فائز کیوں نہ ہو۔

۶۔ حضرت امام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کے ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نبی تھے۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا انھیں نبوت کے ساتھ ساتھ وعظ و ارشاد کی بھی ذمہ داری سونپی گئی تھی یا نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ اور وہب بن منبہ کا رجحان ہے کہ وہ نبی تو تھے۔ لیکن کسی قوم کی طرف مبعوث نہیں تھے۔ جبکہ اسماعیل بن ابی زیادہ اور محمد بن اسحاق اور بعض اہل کتاب کا خیال ہے کہ آپ کو بقاعدہ ایک قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اور انہوں نے ان کی دعوت توحید کو قبول کر لیا تھا۔ الوالحسن رمانی اور ابن الجوزی نے بھی اس بات کی تائید کی ہے۔ امام ثعلبیؒ بھی لکھتے ہیں کہ وہ نبی تھے[1]۔

۷۔ مقام ولایت خواہ کتنا ہی بلند ہو لیکن مقام نبوت سے نیچے ہے۔ یہ بات منصب نبوت کے خلاف ہے کہ ایک نبی ولی کی اتباع کرے۔ اور اس کی شاگردی میں رہ کر اُس سے کسب فیض کرے اور تعلیمات سیکھے۔

حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں کوئی ایسی بات نہیں جو باعث تعجب ہو کیونکہ انھیں بعض ایسی باتوں کا علم دیا گیا تھا جنھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں جانتے تھے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں کہ ان کے معجزات سے متعلق ایسے بے شمار واقعات ہیں جن کے سامنے حضرت خضر علیہ السلام کے اس واقعہ کی کوئی حیثیت نہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت ثابت کرنے کے بعد ہم اپنی بحث کا رُخ ایک دوسری جانب موڑتے ہیں۔ وہ یہ کہ آیا حضرت خضر علیہ السلام اس عالم رنگ و بو میں بقید حیات ہیں یا عالم بقا کو سدھار گئے ہیں؟

حضرت خضر علیہ السلام کی وفات:

بلاشبہ حضرت خضر علیہ السلام بھی دیگر انبیاء کی طرح موت کی آغوش میں جا چکے ہیں

---

[1] الزہر النضر فی نبا خضر

اگر انبیاء علیہم السلام کو ہمیشہ زندہ رہنا نصیب ہوتا تو ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس نعمتِ عظمیٰ کے زیادہ حقدار تھے۔ کیونکہ آپؐ خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کی کتاب آخری کتاب اور آپؐ کی رسالت تاقیامت باقی رہے گی۔ البتہ خود خالقِ حقیقی سے جا ملے ہیں۔ اب ہم حضرت خضر علیہ السلام کی وفات پر چند دلائل پیش کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے حضرت خضرؑ اور حضرت الیاس علیہ السلام کی زندگی کے متعلق سوال کیا۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ ہوں۔ حالانکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی وفات سے چند دن پہلے فرمایا تھا کہ آج جو ذی روح چیز نظر آ رہی ہے سو سال کے بعد روئے زمین پر ان سے کوئی زندہ نہیں ہوگی۔ بلکہ تمام موت کی لپیٹ میں آ جائیں گی۔ اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آج جو چیز بھی خطۂ ارضی پر زندہ ہے سو سال کے بعد ختم ہو جائے گی۔

۲۔ بعض علماء سے حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی کے متعلق سوال ہوا تو انھوں نے جواباً یہ آیت پڑھی۔

"وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد"

۳۔ حضرت امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ اگر حضرت خضر علیہ السلام بقید حیات ہوتے تو لازماً حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کی معیت میں کفار اور مشرکین سے جہاد کرتے۔ پیغمبر علیہ السلام نے بدر کے دن فرمایا تھا! اے اللہ اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت ختم ہو گئی تو روئے زمین پر تیری پرستش کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے، اس وقت اللہ کی عبادت کرنے والے صرف یہی لوگ تھے جن کو اصحاب بدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ صرف تین سو تیرہ تھے۔ جن کے نام معروف و مشہور ہیں۔ ان میں حضرت خضر علیہ السلام کا کوئی نام نہیں۔ جس سے معلوم ہوا وہ اُس وقت موجود نہیں تھے۔ بلکہ خالقِ حقیقی سے جا ملے تھے۔

۴۔ پیغمبر علیہ السلام جن و انس کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام کا آپؐ کے پاس آ کر آپؐ کی بیعت نہ کرنا ان کی وفات پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

واذ اخذ الله ميثاق النبيين لما اتيتكم من كتب وحكمة ثم جاءكم رسول	"جب اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ آج ہم نے تمہیں کتاب و حکمت سے نوازا ہے کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس

مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه قال ءاقررتم واخذتم علیٰ ذٰلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشٰهدین

اُسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی یہ ارشاد فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے پوچھا کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے ذمہ داری قبول کرتے ہو انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں"

ابوالفضل المرسی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو لازماً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ پر ایمان لاتے۔ اور آپؐ کی اطاعت کرتے حضرت محمد علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق منقول ہے "قسم بخدا اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اطاعت کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا"

۵۔ اگر کسی آدم زاد کا قیامت تک زندہ رہنا صحیح ہوتا تو کم از کم قرآن مجید میں اس کا ذکر ضرور ہوتا کیونکہ اللہ کی قدرت کاملہ پر دلالت کرنے والی عظیم نشانی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے متعلق فرمایا کہ وہ قرب قیامت تک زندہ رہے گا۔ اگر اس کے ساتھ اپنے مقرب بندے حضرؑ کی زندگی کا ذکر بھی کر دیا جاتا تو قرآن ہر دو کی ابدی زندگی پر مشتمل ہوتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی کا قطعی ثبوت نہیں۔ بلکہ ان کی موت پر قوی دلائل قائم ہیں۔

۶۔ حضرت خضر علیہ السلام کی ابدی زندگی کا عقیدہ رکھنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگانا ہے جس کا ہمیں علم نہیں۔ ایسا کرنا بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ کیونکہ ان کی زندگی کا ثبوت یا تو قرآن وحدیث میں موجود ہو۔ یا کم از کم اجماع اُمت سے ثابت ہونا چاہیے۔ کتاب وسنت ہمارے سامنے ہیں۔ کسی مقام پر بھی اس قسم کا اشارہ تک نہیں ملتا۔ اور نہ ہی کسی وقت علماء امت نے اس پر اجماع کیا ہے۔ امام ابوبکر نقاش نے اپنی تفسیر میں علی بن موسیٰ الرضا سے روایت کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ اسی طرح ابوحیان اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمہور علماء حضرت خضر علیہ السلام کی وفات پر متفق ہیں۔

دراصل اس قسم کی بلا دلیل اور بے سروپا باتیں کرنے والے ان کے ذریعے بدعات و خرافات کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں۔ تاکہ من مانی کرنے کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔ اور ان بے

(بقیہ بر ص)